مولوی ذکاء اللہ

پیدائش: ۱۸۳۲ء

وفات: نومبر ۱۹۱۰ء

مولوی ذکاء اللہ دِلّی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ثناء اللہ تھا۔ بارہ برس کی عمر میں دہلی کالج میں داخل ہوئے۔ یہاں مولوی محمد حسین آزاد اور ڈپٹی نذیر احمد کا ساتھ ہوگیا اور ان تینوں میں بڑے تعلقات پیدا ہوگئے۔ مولوی ذکاء اللہ کو ریاضی سے خاص مناسبت تھی۔ ماسٹر رام چندر ریاضی کے استاد تھے اور اپنے اس لائق شاگرد پر خاص عنایت فرماتے تھے۔ ذکاء اللہ اکثر اول آتے، وظیفے حاصل کرتے تھے۔ دو تمغے بھی اپنی اعلیٰ قابلیت کی بنا پر حاصل کیے۔ تعلیم سے فارغ ہوکر اسی کالج میں معلمِ ریاضی مقرر ہوگئے۔ پھر آگرہ کالج میں سات سال تک اردو اور فارسی کے معلم رہے۔ ۱۸۵۵ء میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہوگئے۔ گیارہ سال یہ فرائض انجام دے کر ۱۸۶۶ء میں نارمل اسکول دِلّی کے ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ تین سال کے بعد اورینٹل کالج کی لکچراری کے لیے پروانۂ تقرر آیا لیکن اتفاق سے اس کے ساتھ ہی میور سنٹرل کالج الٰہ آباد کی پروفیسری بھی انھیں پیش کی گئی۔ انھوں نے الٰہ آباد کو ترجیح دی اور ۱۵ سال اس کالج میں فارسی کے پروفیسر رہ کر ۱۸۸۵ء میں پنشن حاصل کی۔ پھر عمر کے باقی ۲۴ سال خانہ نشین رہ کر تصنیف و تالیف میں گزار دیے۔

ان کی وفات کے بعد ڈپٹی نذیر احمد کا ایک مضمون، ان کے متعلق، رسالہ تمدن دہلی (بابت اگست ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس میں مولوی ذکاء اللہ کے بعض خاص حالات لکھے گئے ہیں۔ اس مضمون کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے:

''بعض مسلمان یہ بھی پوچھ بیٹھتے ہیں کہ مسلم یونیورسٹی کس قسم کے عالم پیدا کرے گی جو پانچ یونیورسٹیاں آج تک پیدا نہ کرسکیں۔ آج کو مولوی ذکاء اللہ زندہ ہوتے، تو میں انھیں کو پیش کر دیتا کہ مسلم یونیورسٹی درجۂ تکمیل کو پہنچ کر وَمَاذٰلِکَ علی اللہ بعزیز، ان جیسے عالم پیدا کرے گی: کریم النفس، وسیع الاخلاق، منکسر المزاج، روشن دماغ، متنوع المعلومات، کثیر التصانیف، خیرخواہ عامۂ خلق، فیاض طبع ۔۔۔ راسخ الاعتقاد، صلح کل، مرنجاں مرنج۔''

تصانیف: تاریخ ہندوستان، کرزن نامہ، آئینِ قیصری، فرہنگ فرنگ وغیرہ

Not For Sale

جھوٹے آدمی

ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ: ''دروغ گورا حافظہ نباشد''، مگر عقل یہ کہتی ہے کہ جب آدمی کا حافظہ اچھا نہ ہو، وہ جھوٹ کا بنج بیوپار نہیں کرسکتا اور دروغ کو فروغ نہیں دے سکتا۔ خواہ اول صورت ہو یا دوسری، دونوں میں جھوٹ اور حافظے میں ایک تعلق ہے۔ حافظہ ایسی قوت ہے جس کو افلاطون نے تمام قوائے عقلیہ کا دیوتا کہا ہے۔ یعنی تمام ملکاتِ نفسانی کا رئیس ہے اور سب اس کے خادم ہیں۔ اہلِ فرانس کو جب کسی کو پرلے درجے کا کودن کہنا ہوتا ہے، تو اس کو کہتے ہیں کہ وہ حافظہ نہیں رکھتا ہے۔ حافظے کے نہ ہونے سے آدمی کو اپنے وعدے یاد نہیں رہتے اور باتیں بھول جاتا ہے۔ ایک ہی کہانی کو بار بار اتنی دفعہ کہتا ہے کہ خواہ وہ کیسی دلچسپ ہو، اُس سے دل پھر جاتا ہے۔ ایک ہی کتاب خواہ کتنی دفعہ پڑھی ہو، وہ اس کو ہر دفعہ نئی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ ایک چیز کو خواہ کتنی دفعہ دیکھا ہو، وہ اس کو انوکھی معلوم ہوتی ہے۔

اب سنو کہ ایک جھوٹے تو وہ ہوتے ہیں کہ بات تو جھوٹ کہتے ہیں، مگر وہ اپنے صدقِ دل سے اس کو سچا جانتے ہیں۔ دوسرے وہ جھوٹے ہیں کہ جھوٹی بات کہتے ہیں اور اس کو خود دل میں جھوٹ جانتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ اور لوگ اس کو سچ جانیں۔ ہم آگے اسی قسم کے جھوٹوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اِن جھوٹوں کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اپنے دماغ سے ایک جھوٹی بات کو سر سے پاؤں تک تراش کر ایجاد اور اختراع کریں۔ دوسرے یہ کہ ایک سچی حکایت کا بھیس بدل کر اپنے خیال کے موافق بدل بدل کر اس طرح بیان کریں کہ وہ جھوٹ ہو جائے۔ اس صورت میں مشکل ہے کہ ان کا جھوٹ چھپا رہے اور کسی نہ کسی دن ان کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ اس لیے کہ جنھوں نے سچی حکایت کو جھوٹ بنایا ہے، اس کی بنا، راستی پر ہے و جس کا نقشِ اول ان کے حافظے پر جما ہے اور جس کی بنیاد دل میں زیادہ مستحکم اور اُستوار، اُن کے اختراعی جھوٹ سے پڑی ہے۔ قاعدہ ہے کہ سچ کے

Not For Sale

برابر جھوٹ کی بنیاد مستحکم نہیں ہوسکتی، اس لیے ضروری ہے کہ ان کے دروغ میں راستی اپنا فروغ دکھائے اور جس سچ پر جھوٹا ملمع چڑھایا ہے اس کی قلعی کھل جائے اور وہی راستی جوان کے دل کے اندر دوڑ رہی ہے، ان کے ذہن سے اس اختراعی جھوٹ کو بھلا دے۔

دوسری صورت جس میں ایک جھوٹی بات کو نئے سرے سے گھڑ کر اختراع کرتے ہیں۔ اس کے متضاد کوئی سچی بات ایسی دل پر منقش نہیں ہوتی کہ وہ اس سے جنگِ زرگری کرے۔ پہلی صورت میں تو سچ کو جھوٹا لباس پہنایا تھا، اس کا لباس اُتار کر اصل حقیقت کا دیکھ لینا آسان تھا، مگر دوسری صورت میں جھوٹ کا پُتلا بنایا ہے، یہاں جھوٹ کے پکڑے جانے کا خوف کم ہے، مگر اس کے ساتھ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ اگر حافظے میں اس پُتلے کے بنانے کی ترکیب خوب جانشین نہیں ہے، تو وہ ذہن سے نکل جائے گی، پھر قلعی کھل جائے گی۔

تم نے بہت سے آدمی دیکھے ہوں گے کہ وہ جیسا وقت اور موقع دیکھتے ہیں، ویسی باتیں بنا دیتے ہیں، کچھ جھوٹ سچ کا خیال نہیں کرتے۔ ایک ہی معاملے میں ایک شخص سے کچھ کہہ دیتے ہیں، اُس کی جانب مخالف سے کچھ اور فرما دیتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں کوئی بات ایمان اور صداقت کے ساتھ متمکن نہیں ہوتی۔ فقط یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی مرضی کے موافق باتیں بنا کے ان کا دل خوش کر دیں۔ ایسی باتوں کے کرنے سے وہ اپنا نام صلحِ کُل رکھتے ہیں اور اِس پر فخر کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کی ساری باتوں کو، جو ایک معاملے میں کرتے ہیں، لکھ لے اور اس کو غور سے دیکھے، تو معلوم ہوگا کہ ان کی باتیں کیسی فریب اور دغا سے بھری ہوئی ہیں، جس کا نام انھوں نے صلحِ کُل رکھا ہے، وہ سراسر نفاق ہے۔ جب ایک آدمی کسی ایک ہی معاملے میں مختلف اوقات میں، مختلف پیرایوں میں اظہارِ رائے کرتا ہے اور اصل حقیقت اس کے دل میں کچھ نہیں ہوتی، تو ان سب کا یاد رکھنا حافظے کی قدرت سے باہر ہو جاتا ہے، اس لیے وہ اپنی کہی ہوئی بات کو بھول جاتا ہے اور اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اسی معنی کو کہا کرتے ہیں کہ: ''دروغ گورا حافظہ نباشد''۔

سیدھی سادی سچی باتوں میں جھوٹ بولنے کے برابر کوئی لعنت کی ماری ہوئی بُرائی نہیں ہے۔ ہم انسانوں میں جو باہم رشتہ مندی ہے، وہ فقط نُطق کے سبب سے ہے۔ جب اس نُطق میں کذب شامل ہو، تو انسانوں کے

باہمی تعلقات میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی کہ جو فساد سے خالی ہو۔ جن قوموں میں جھوٹ کا رواج ہو گیا ہے، اُن میں کوئی بُرائی باقی نہیں، جو نہ ہو۔ یہ جھوٹ، آگ اور تلوار سے زیادہ ان کا نقصان کر رہا ہے۔

اکثر ماں باپ اپنے بچوں کو ان کی معصوم خطاؤں پر اور بے باک شوخیوں اور گستاخیوں پر خوب گوشمالی کرتے ہیں، مگر وہ یہ یاد رکھیں کہ بچوں کو صرف ان دو قصوروں پر سزا دینی چاہیے؛ ایک جھوٹ پر اور دوسری سرکشی پر۔ جب تک کہ ان دونوں بُرائیوں سے ان کو وہ نہ چھڑائیں، سزا دینے سے ہاتھ کو نہ اُٹھائیں۔ اگر جھوٹ کا چسکا اِس عمر میں زبان کو لگ گیا، تو وہ بڑے ہونے پر اور بڑھے گا۔

بعض بھلے مانسوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سننے کی بیماری ان کے پیچھے لگی ہوتی ہے۔ اپنے تشخص وتعلی کی داستانیں نثر میں ایسی ہی گھڑا کرتے ہیں، جیسے کوئی شاعر اشعار میں جھوٹا مضمون گانٹھتا ہے۔ اگر یہ عیب ان میں نہ ہو، تو پھر ان کے بے عیب ہونے میں کچھ شُبہ نہیں رہتا۔

بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، مگر ہاں! وہاں جہاں اُن کو کچھ فائدہ ہو۔ یہ بات زیادہ تر دکان داروں اور اہلِ پیشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سب طرح بھلے مانس ہوتے ہیں، مگر اپنے پیشے میں اپنے فائدے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں، مثلاً: دکاندار چیزوں کا بھاؤ جھوٹا بتلاتے ہیں، وکلاء مقدمات جھوٹے لڑتے ہیں۔ ایسے جھوٹ کو نہ وہ خود بولنے والے بُرا جانتے ہیں، نہ اس کو لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔

(محاسن الاخلاق)

مشق

۱۔ جھوٹے آدمی کے حافظے کے بارے میں مولانا ذکاءاللہ نے جو ضرب المثل بیان کی ہے۔ اُس کا مفہوم بیان کریں۔

۲۔ کس چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کو اپنے وعدے یاد نہیں رہتے؟

۳۔ مصنف نے جھوٹوں کی کتنی قسمیں بیان کی ہیں؟

۴۔ انسانوں میں باہمی رشتہ مندی کس سبب سے ہے؟

۵۔ جھوٹ سے سچ کا جاننا کیوں مشکل ہوتا ہے؟

۶۔ درج ذیل الفاظ وتراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

اختراعی جھوٹ۔ نقش اول۔ سچی حکایت۔ اندیشہ۔ جانشین۔ منقش۔ ملکات نفسانی۔

۷۔ جھوٹے لوگوں کی جو خصلتیں مصنف نے بیان کی ہیں۔ انھیں مفصل لکھیے۔

۸۔ ''جھوٹے آدمی'' میں جو مرکبات مستعمل ہیں، اُن کی نشاندہی کریں۔

۹۔ مرکب مصادر کسے کہتے ہیں؟ پانچ مرکب مصدر تلاش کر کے لکھیں۔

اِملا اور تلفظ:

اِملا اور تلفظ میں وہی صورت اختیار کی جائے جو اہل زبان میں رواج پا چکی ہو۔ یعنی اُردو میں بات کرتے ہوئے اُردو ہی کا "لب ولہجہ" اختیار کیا جائے، چاہے وہ عربی زبان کے الفاظ سے متعلق ہو، انگریزی یا کوئی اور زبان۔ تاہم یہ اُصول قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پر لاگو نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

پیدائش: ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء | وفات: ۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان جبل پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام گلاب خان تھا، جو نسلاً پٹھانوں کے یوسف زئی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم جبل پور سے حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ چلے گئے۔ وہاں سے اُنھوں نے فارسی، اردو اور قانون کا امتحان پاس کیا اور امراوتی کالج ناگ پور میں بطور استاد مقرر ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ کراچی چلے آئے۔ یہاں وہ پہلے اردو کالج اور پھر سندھ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کو بے شمار سرکاری وغیر سرکاری اعزازات سے نوازا گیا۔ وہ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کی یونیورسٹیوں میں پی۔ ایچ۔ ڈی سطح پر لکھے جانے والے کئی مقالات کے ممتحن رہے۔

اردو تحقیق کی روایات کو مستحکم کرنے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا اہم کردار ہے۔ اُنھوں نے خود بھی گراں قدر خدمات انجام دیں اور تحقیقی کام کرنے والوں کی سرپرستی بھی کی۔ اُنھوں نے زبان کے ساتھ ادبی اثرات کی دریافت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں معنی اور مطلب کی پوری وضاحت کر دیتے تھے۔ دینی معلومات ہوں، علمی، ادبی یا تحقیقی، ان کا اندازِ بیان توضیحی اور تشریحی تھا۔ وہ دقیق خیالات کو بڑی آسانی اور روانی سے قلم بند کرتے تھے۔ انکسار اور سادہ بیانی ان کے اسلوب کا حصہ ہے۔ فارسی میں ان کی مہارت مُسلّم الثبوت ہے۔

تصانیف: علمی نقوش، تاریخ اسلاف، ادبی جائزے، تحقیقی جائزے، تاریخ بہرام شاہ، سرگزشتِ کابل، چند فارسی شعرا، برصغیر میں فارسی ادب، اقبال اور قرآن، معارفِ اقبال، مطالبِ اقبال، مقدماتِ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ہمارا تلفظ، جامع القواعد وغیرہ۔